

تفسیر القرآن

النور

(۲)

تفسیر حاشیہ نمبر ۲، سلسلہ سابقہ:

۱۱) فعل زنا کے ترکیب کو مجرم قرار دینے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس نے اپنی آزاد مرضی سے یہ فعل کیا ہو۔ بہرہ واکراہ اگر کسی شخص کو اس فعل کے ارتکاب پر مجبور کیا گیا ہو تو وہ نہ مجرم ہے نہ منراہ کا مستحق۔ اس معاملہ پر شریعت کا صرف یہ عام قاعدہ ہی منطبق نہیں ہوتا کہ آدمی جبراً کرانے ہوئے کاموں کی ذمہ داری سے بری ہے بلکہ آگے چل کر ایسی صورتوں میں خود قرآن ان عہدوں کی معافی کا اعلان کرتا ہے جن کو زنا پر مجبور کیا گیا ہو۔ نیز متعدد احادیث میں تصریح ہے کہ زنا بالجبر کی صورت میں صرف نانی جابر کو سزا دی گئی اور جس پر جبر کیا گیا تھا اسے چھوڑ دیا گیا۔ ترمذی و ابوداؤد کی روایت ہے کہ ایک عورت انیسویں میں نماز کے لیے نکلی راستے میں ایک شخص نے اس کو گرا لیا اور بدستی اس کی عصمت دی کر دی۔ اس کے شور مچانے پر لوگ آگے اور نالی پکڑا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رجم کر دیا اور عورت کو چھوڑ دیا۔ بخاری کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ایک شخص نے ایک لڑکی سے زنا بالجبر کا ارتکاب کیا۔ آپ نے اسے کوڑے لگانے اور لڑکی کو چھوڑ دیا۔ ان دلائل کی بنا پر عورت کے معاملہ میں تو قانون متفق علیہ ہے۔ لیکن اختلاف اس امر میں ہوا ہے کہ آیا مرد کے معاملہ میں بھی بہرہ واکراہ معتبر ہے یا نہیں۔ امام ابو یوسف، امام محمد، امام شافعی اور امام حسن بن صالح کہتے ہیں کہ مرد بھی اگر زنا کرنے پر مجبور کیا گیا ہو تو ماف کیا جائے گا۔ امام زفر کہتے ہیں کہ اسے معاف نہیں کیا جائے گا، کیونکہ وہ انشاءً بخیر کے بغیر اس فعل کا ارتکاب نہیں کر سکتا، اور انشاءً بخیر اس امر کی دلیل ہے کہ اس کی اپنی شہادت اس کی تحرک ہو سکتی۔

امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ اگر حکومت یا اس کے کسی حاکم نے آدمی کو زنا پر مجبور کیا ہو تو سزا نہیں دی جائے گی، کیونکہ جب خود حکومت ہی جرم پر مجبور کرنے والی ہو تو اسے سزا دینے کا حق نہیں رہتا۔ لیکن اگر حکومت کے سوا کسی اور نے مجبور کیا ہو تو زانی کو سزا دی جائے گی، کیونکہ ارتکاب زنا پر حال وہ اپنی شہرت کے بغیر نہ کر سکتا تھا اور شہرت جبراً پیدا نہیں کی جاسکتی۔ ان تینوں اقوال میں سے پہلا قول ہی زیادہ صحیح ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ انتشارِ عضو چاہے شہرت کی دلیل ہو مگر رضا و رغبت کی لازمی دلیل نہیں ہے۔ فرض کیجیے کہ ایک ظالم کسی شریف آدمی کو زبردستی پکڑ کر قید کر دیتا ہے اور اس کے ساتھ ایک جوان، خود بصورتِ عورت کو بھی برہنہ کر کے ایک ہی کمرے میں بند رکھتا ہے اور اسے اس وقت تک رہا نہیں کرتا جب تک کہ وہ زنا کا ترکب نہ ہو جائے۔ اس حالت میں اگر یہ دونوں زنا کے ترکب ہو جائیں اور وہ ظالم اس کے چار گناہ بنا کر انہیں عدالت میں پیش کر دے تو کیا یہ انصاف ہو گا کہ ان کے حالات کو نظر انداز کر کے انہیں سنگسار کر دیا جائے یا ان پر کوڑے برسائے جائیں؟ اس طرح کے حالات حتماً یا عادتاً ممکن ہیں جن میں شہرت لاحق ہو سکتی ہے، بغیر اس کے کہ اس میں آدمی کی اپنی رضا و رغبت کا دخل ہو۔ اگر کسی شخص کو قید کر کے شراب کے سوا اپنے کو کچھ نہ دیا جائے، اور اس حالت میں وہ شراب پی لے تو کیا محض اس دلیل سے اس کو سزا دی جاسکتی ہے کہ حالات تو واقعی اس کے لیے مجبوری کے تھے مگر حلق سے شراب کا گھونٹ وہ اپنے ارادے کے بغیر تار سکتا تھا؟ جرم کے متحقق ہونے کے لیے محض ارادے کا پایا جانا کافی نہیں ہے بلکہ اس کے لیے آزاد ارادہ ضروری ہے جو شخص زبردستی ایسے حالات میں مبتلا کیا گیا ہو کہ وہ جرم کا ارادہ کرنے پر مجبور ہو جائے وہ بعض صورتوں میں تو قطعی مجرم نہیں ہوتا، اور بعض صورتوں میں اس کا جرم بہت ہلکا ہو جاتا ہے۔

(۱۲) اسلامی قانون حکومت کے سوا کسی کو یہ اختیار نہیں دیتا کہ وہ زانی اور زانیہ کے خلاف کارروائی کرے، اور عدالت کے سوا کسی کو یہ حق نہیں دیتا کہ وہ اس پر سزا دے۔ اس امر پر تمام امت کے فقہاء کا اتفاق ہے کہ آیت زیر بحث میں حکمِ فاجلدوا ان کو کوڑے مارو، کے مخاطبِ عوام نہیں ہیں بلکہ اسلامی حکومت کے حکام اور قاضی ہیں۔ البتہ غلام کے معاملے میں اختلاف ہے کہ اس پر اس کا آقا حد جاری کرنے کا مجاز ہے یا نہیں۔ مذہبِ حنفی کے تمام ائمہ اس پر متفق ہیں کہ وہ اس کا مجاز نہیں ہے۔ ثنائیہ کہتے ہیں کہ مجاز ہے۔ اور مالکیہ کہتے ہیں کہ آقا کو سزا میں یا حد کاٹنے کا حق نہیں ہے مگر زنا، قذف اور شراب نوشی پر وہ حد جاری کر سکتا ہے۔

(۱۳) اسلامی قانون زنا کی سزا کو قانونِ مملکت، کا ایک حصہ قرار دیتا ہے اس لیے مملکت کی تمام رعایا پر یہ حکم

جاری ہوگا خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم۔ اس سے امام مالک کے سوا غالباً اثر میں سے کسی نے اختلاف نہیں کیا ہے۔ عجم کی منزا غیر مسلموں پر جاری کرنے میں امام ابوحنیفہ کا اختلاف اس بنیاد پر نہیں ہے کہ یہ قانون مملکت نہیں ہے، بلکہ اس بنیاد پر ہے کہ ان کے نزدیک رجم کی شرائط میں سے ایک شرط زانی کا پورا محسن ہونا ہے اور احسان کی تکمیل اسلام کے بغیر نہیں ہوتی۔ اس وجہ سے وہ غیر مسلم زانی کو رجم کی سزا سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔ بخلاف اس کے امام مالک کے نزدیک اس حکم کے مخاطب مسلمان ہیں نہ کہ کافر، اس لیے وہ اسے مسلمانوں کے شخصی قانون (پرسنل لا) کا ایک جز قرار دیتے ہیں۔ رہا مستامن رجم کسی دوسرے ملک سے دارالاسلام میں اجازت لیکر آیا ہوں تو امام شافعی اور امام ابو یوسف کے نزدیک وہ بھی اگر دارالاسلام میں زنا کرے تو اس پر حد جاری کی جائیگی۔ لیکن امام ابوحنیفہ اور امام محمد کہتے ہیں کہ ہم اس پر حد جاری نہیں کر سکتے۔

(۱۴) اسلامی قانون یہ لازم نہیں کرتا کہ کوئی شخص اپنے جرم کا خود اقرار کرے، یا جو لوگ کسی شخص کے جرم تنا پر مطلع ہوں وہ ضرور ہی اس کی خبر حکام تک پہنچائیں۔ البتہ جب حکام اس پر مطلع ہو جائیں تو پھر اس جرم کے یہ معافی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من اتى شيئا من هذه العا ذ و ر است فليستترى ستر الله فان ابدى لنا صفتنا اقمنا عليه كتاب الله (احکام القرآن، الجصاص) یہ تم میں سے جو شخص ان گندے کاموں میں سے کسی کا مرتکب ہو جیسے تو اللہ کے ڈالے ہوئے پرشے میں پھپھار ہے۔ لیکن اگر وہ ہمارے سامنے اپنا پردہ کھولے گا تو ہم اس پر کتاب اللہ کا قانون نافذ کر کے چھوڑیں گے۔ ابو داؤد میں ہے کہ مالک بن ماجر اسلی سے جب زنا کا جرم سرزد ہو گیا تو ہزال بن نعیم نے ان سے کہا کہ جا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے اس جرم کا اقرار کرو۔ چنانچہ انہوں نے جا کر حضور سے اپنا جرم بیان کر دیا۔ اس پر حضور نے ایک طرف تو نہیں رجم کی سزا دی اور دوسری طرف ہزال سے فرمایا لو سترتہ ثوبك كان خيرا لك۔ کاش تم اس کا پردہ ڈھا لکتے تو تمہارے لیے زیادہ اچھا تھا۔ ابو داؤد اور نسائی میں ایک اور حدیث ہے کہ آتے تھے فرمایا اتعافوا الجدد و فئ ما بينكم فما بلغت من حد فقد وجب۔ حدود کو آپس ہی میں معاف کر دیا کرو۔ مگر جس حد لغوی جرم مستلزم عہد کا معاملہ مجھ تک پہنچ جائے گا پھر وہ واجب ہو جائے گی۔

(۱۵) اسلامی قانون میں یہ جرم قابلِ رخصی نامہ نہیں ہے۔ قریب قریب تمام کتب حدیث میں یہ واقعہ موجود ہے

کہ ایک لڑکا ایک شخص کے ہاں اجرت پر کام کرتا تھا اور وہ اس کی بیوی سے زنا کا ترکیب ہو گیا۔ لڑکے کے باپ نے سو بکریاں اور ایک لوٹھی دے کر اس شخص کو راضی کیا۔ مگر جب یہ مقدمہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا: **اما غنمک وجاریتک فرد عیدک**، تیری بکریاں اور تیری لوٹھی تجھی کو واپس، اور پھر آپ نے زانی اور زانیہ دونوں پر حد جاری فرمادی۔ اس سے صرف یہی نہیں معلوم ہوتا کہ اس جرم میں راضی نامہ کی کوئی گنجائش نہیں، بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی قانون میں عصمتوں کا معاوضہ مالی تاوانوں کی شکل میں نہیں دلویا جاسکتا۔ آبرو کی قیمت کا یہ دیوتا نہ تصور مغربی قوانین ہی کو مبارک رہے۔

(۱۶) اسلامی حکومت کسی شخص کے خلاف زنا کے جرم میں کوئی کاہنہ دہانی نہ کرے گی جب تک کہ اس کے جرم کا ثبوت نہ مل جائے۔ ثبوت جرم کے بغیر کسی کی بدکاری خواہ کتنے ہی ذرائع سے حکام کے علم میں ہو، وہ بہر حال اس پر حد جاری نہیں کر سکتے۔ مذہبے میں ایک عورت تھی جس کے متعلق روایات ہیں کہ وہ کھلی کھلی فاحشہ تھی۔ نجاشی کی ایک روایت میں ہے کہ کانت نظرفی الاسلام السوء۔ دوسری روایت میں ہے کانت قد اعلنت فی الاسلام۔ ابن ماجہ کی روایت ہے فقد ظهر منها الریبة فی منطلقها وھیتھا ومن یدخل علیھا۔ لیکن چونکہ اس کے خلاف بدکاری کا ثبوت نہ تھا اس لیے اسے کوئی سزا دی گئی، حالانکہ اس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکل گئے تھے کہ لو کنت راجماً احد البغیرینة لرحمتھا، اگر میں ثبوت کے بغیر جرم کرتے والا ہوتا تو اس عورت کو ضرور جرم کرا دیتا۔

(۱۷) جرم زنا کا پہلا ممکن ثبوت یہ ہے کہ شہادت اس پر قائم ہو۔ اس کے متعلق قانون کے اہم اجزاء یہ ہیں: القاب۔ قرآن تصریح کرتا ہے کہ ذنک لیسے کم سے کم چار عینی شاہد ہونے چاہئیں۔ اس کی حدیث سورہ نساء رکوع ۳ میں بھی گزر چکی ہے اور آگے اسی سورہ نساء میں بھی دو جگہ آرہی ہے۔ شہادت کے بغیر قاضی محض اپنے علم کی بنا پر فیصلہ نہیں کر سکتا خواہ وہ اپنی آنکھوں سے ارتکاب جرم ہوتے دیکھ چکا ہو۔

ب۔ گواہ ایسے لوگ ہونے چاہئیں جو اسلامی قانون شہادت کی رو سے قابل اعتماد ہوں، مثلاً یہ کدوہ پہلے کسی مقدمے میں جھوٹے گواہ ثابت نہ ہو چکے ہوں، خائن نہ ہوں، پہلے کے سزا یافتہ نہ ہوں، ملازم سے ان کی دشمنی نہ ہو، وغیرہ۔ بہر حال تا قابل اعتماد شہادت کی بنا پر نہ تو کسی کو جرم کیا جاسکتا ہے اور نہ کسی کی پیٹھ پر کوٹے برسائے

ہونا چاہیے کہ ملزم کو زنا کی ہولناک سزا سے معاف رکھا جائے۔

(۱۹) اس امر میں بھی اختلاف ہے کہ اگر زنا کے گواہوں میں اختلاف ہو جائے، یا اور کسی وجہ سے ان کی شہادتوں سے جرم ثابت نہ ہو تو کیا اٹھے گواہ جھوٹے الزام کی سزا پائیں گے؟ فقہاء کا ایک گروہ کہتا ہے کہ اس صورت میں وہ قاذف قرار پائیں گے اور انہیں ۸۰ کوڑوں کی سزا دی جائے گی۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ ان کو سزا نہیں دی جائے گی کیونکہ وہ گواہ کی حیثیت سے آئے ہیں نہ کہ مدعی کی حیثیت سے۔ اور اگر اس طرح گواہوں کو سزا دی جائے تو پھر زنا کی شہادت بہم پہنچنے کا دروازہ ہی بند ہو جائے گا۔ آخر کس کی شہادت نے دھکا دیا ہے کہ سزا کا خطرہ مول لے کر شہادت دینے آئے جبکہ اس امر کا یقین کسی کو بھی نہیں ہو سکتا کہ چاروں گواہوں میں سے کوئی ٹوٹ نہ جائے گا۔ ہمارے نزدیک یہی دوسری رائے معقول ہے، کیونکہ مشبہ کا فائدہ جس طرح ملزم کو ملنا چاہیے، اسی طرح گواہوں کو بھی ملنا چاہیے اگر ان کی شہادت کی کمزوری اس بات کے لیے کافی نہیں ہے کہ ملزم کو زنا کی خوفناک سزا دینے والی جائے، تو اسے اس بات کے لیے بھی کافی نہ ہونا چاہیے کہ گواہوں پر قذف کی خوفناک سزا بر سادی جائے، لہذا یہ کہ ان کا صریح جھوٹا ہونا ثابت ہو جائے۔ پہلے قول کی تائید میں دو ٹبری مدعی دی جاتی ہیں۔ اول یہ کہ قرآن زنا کی جھوٹی قہمت کو مستوجب سزا قرار دیتا ہے، لیکن یہ دلیل اس لیے غلط ہے کہ قرآن خود قاذف و تہمت لگانے والے، اور شاہد کے درمیان فرق کر رہا ہے، اور شاہد محض اس بنا پر قاذف قرار نہیں پاسکتا کہ عدالت نے اس کی شہادت کو ثبوت برہم کے لیے کافی نہیں پایا۔ دوسری دلیل یہ دی جاتی ہے کہ مغیرہ بن شعبہ کے مقدمے میں حضرت عمرؓ نے ابوبکرؓ اور ان کے دو ساتھی شاہدوں کو قذف کی سزا دی تھی، لیکن اس مقدمے کی پوری تفصیلات دیکھنے سے معلوم ہو جائے کہ یہ فقیر برہم کے مقدمے پر چسپاں نہیں رہتی جس میں ثبوت برہم کے لیے شہادتیں تا کافی پائی جائیں۔ مقدمے کے واقعات یہ ہیں کہ بصرہ کے گورنر مغیرہ بن شعبہ سے ابوبکرؓ کے تعلقات پیدا سے خراب تھے۔ دونوں کے مکان ایک ہی ٹرک پر آگئے۔ سڑک سے ملنے لگے تو ایک روتے ایک ایک ہوئے زور سے دونوں کے گمروں کی کھڑکیاں کھل گئیں۔ ابوبکرؓ اپنی کھڑکی بند کرنے کے لیے اٹھے تو ان کی نگاہ سائٹ کے کمرے پر پڑی اور انہوں نے حضرت مغیرہ کو مباشرت میں مشغول دیکھا۔ ابوبکرؓ کے پاس ان کے تین دوست زنا بن کلدہ، نریاد، اور شہیل بن سعید بیٹھے تھے۔ انہوں نے کہا کہ آؤ، دیکھو اور گواہ رہو کہ مغیرہ کیا کر رہے ہیں دوستوں نے پوچھا یہ عورت کون ہے۔ ابوبکرؓ نے کہا ام جمیل۔ دوسرے روز اس کی شکایت حضرت عمرؓ کے پاس بھی گئی۔ انہوں نے

فورا حضرت مغیرہ کو معطل کر کے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو بصرے کا گورنر مقرر کیا اور ملزمان کو گواہوں سمیت مدینے طلب کر لیا۔ پیشی پر ابو بکر اور دو گواہوں نے کہا کہ ہم نے مغیرہ کو ام جمیل کے ساتھ بالفعل مباشرت کرتے دیکھا۔ مگر زیاد نے کہا کہ عورت صاف نظر نہیں آتی تھی اور میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ وہ ام جمیل تھی۔ مغیرہ بن شعبہ نے جرح میں یہ ثابت کر دیا کہ جس رخ سے وہ دیکھ رہے تھے اس سے دیکھنے والا عورت کو اچھی طرح نہیں دیکھ سکتا تھا۔ انہوں نے یہ بھی ثابت کیا کہ ان کی بیوی اور ام جمیل باہم بہت مشابہ ہیں۔ قرائن خود بتا رہے تھے کہ حضرت عمر کی حکومت میں، ایک صوبے کا گورنر، خود اپنے سرکاری مکان میں، جہاں اس کی بیوی اس کے ساتھ رہتی تھی، ایک غیر عورت کو بلا کر زنا نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے ابو بکر اور ان کے ساتھیوں کا یہ سمجھنا کہ مغیرہ اپنے گھر میں اپنی بیوی کے بجائے ام جمیل سے مباشرت کر رہے ہیں، ایک نہایت بے جا بدگمانی کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر نے صرف ملزم کو بری کرنے ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ابو بکر، نافع اور شبل پر حد قذف بھی جاری فرمائی۔ یہ فیصلہ اس مقدمے کے مخصوص حالات کی بنا پر تھا نہ کہ اس قاعدہ کلیہ کی بنا پر کہ جب کبھی شہادتوں سے جرم زنا ثابت نہ ہو تو گواہ ضرور سپیٹ ڈلے جائیں۔ (مقدمے کی تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہوا حکام القرآن ابن العزہ، جلد ۲، صفحہ ۸۸-۸۹)

(۲۰) شہادت کے بعد دوسری چیز جس سے جرم زنا ثابت ہو سکتا ہے وہ مجرم کا اپنا اقرار ہے۔ یہ اقرار صاف اور صریح الفاظ میں فعل زنا کے ارتکاب کا ہونا چاہیے، یعنی اسے یہ اعتراف کرنا چاہیے کہ اس نے ایک ایسی عورت سے جو اس کے لیے حرام تھی کالمیلنی الملکۃ یہ فعل کیا ہے۔ اور عدالت کو پوری طرح یہ اطمینان کر لینا چاہیے کہ مجرم کسی خارجی دباؤ کے بغیر بطور خود بخالت ہوش و حواس یہ اقرار کر رہا ہے۔ بعض فقہاء کہتے ہیں کہ ایک اقرار کافی نہیں ہے بلکہ مجرم کو چار مرتبہ الگ الگ اقرار کرنا چاہیے۔ یہ امام ابو حنیفہ، امام احمد، ابن ابی یونس، اسحاق بن راہویہ اور جن بن صالح کا مسلک ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ایک ہی اقرار کافی ہے (امام مالک، امام شافعی، عثمان البتی، ابو حسن بصری وغیرہ اس کے قائل ہیں)۔ پھر اسی صورت میں جبکہ کسی دوسرے تائیدی ثبوت کے بغیر صرف مجرم کے اپنے ہی اقرار پر فیصلہ کیا گیا ہو اگر عین منزاکے عدلان میں بھی مجرم اپنے اقرار سے پھر جائے تو سزا کو روک دینا چاہیے، خواہ یہ بات صریحاً ہی کیوں نہ ظاہر ہو رہی ہو کہ وہ مارکی تکلیف سے بچنے کے لیے اقرار سے رجوع کر رہا ہے۔ اس پر سے قانون کا مانند وہ نظر آئے ہیں جو زنا کے مقدمات کے متعلق احادیث میں پائے جاتے ہیں۔ سب سے بڑا مقدمہ

ماجر بن مالک سلمی کا ہے جسے متعدد صحابہ سے بکثرت راویوں نے نقل کیا ہے اور قریب قریب تمام کتب حدیث میں اس کی روایات موجود ہیں۔ یہ شخص قبیلہ اسلم کا ایک تمیم لڑکا تھا جس نے حضرت ہزراں کے ہاں پرورش پائی تھی یہاں وہ ایک آزاد کردہ لونڈی سے زنا کر بیٹھا۔ حضرت ہزراں نے کہا کہ جا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اس گناہ کی خبر دے، شاید آپ تیرے لیے دعائے مغفرت فرمادیں۔ اس نے جا کر مسجد نبوی میں حضور سے کہا یا رسول اللہ، مجھے پاک کر دیجیے، میں نے زنا کی ہے۔ آپ نے منہ پھیر لیا اور فرمایا و بھٹک، ارجع فاستغفر اللہ و قب البیدار ارضے، چلا یا اور اللہ سے توبہ و استغفار کر۔ مگر اس نے پھر سامنے آکر وہی بات کہی اور آپ نے پھر منہ پھیر لیا۔ اس نے تیسری بار وہی بات کہی اور آپ نے پھر منہ پھیر لیا۔ حضرت ابو بکر نے اس کو متنبہ کیا کہ دیکھ، اب چوتھی بار اگر تو سزا قرار کیا تو رسول اللہ تجھے رجم کر دیں گے۔ مگر وہ نہ مانا اور پھر اس نے اپنی بات دہرائی۔ اب حضور اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے فرمایا لعنک فہلت او غمزت او نظرت، شاید تو نے یوس و کنار کیا ہو گا یا چھڑ چھڑ کی ہوگی یا نظر لڑالی ہوگی، (اور تو سمجھ بیٹھا ہو گا کہ یہ زنا کا ارتکاب ہے)۔ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے پوچھا کیا تو اس سے ہم بستر ہوا؟ اس نے کہا ہاں پھر پوچھا کیا تو نے اس سے مباشرت کی؟ اس نے کہا ہاں۔ پھر پوچھا کیا تو نے اس سے مجامعت کی؟ اس نے کہا ہاں۔ پھر آپ نے وہ لفظ استعمال کیا جو عربی زبان میں خاص فعل مباشرت ہی کے لیے بولا جاتا ہے، اور یہ فعل لفظ حضور کی زبان سے نہ پہلے کبھی سنا گیا نہ اس کے بعد کسی نے سنا۔ اگر ایک شخص کی جان کا معاملہ نہ ہوتا تو زبان مبارک سے کبھی ایسا لفظ نہ نکل سکتا تھا۔ مگر اس نے اس کے جواب میں بھی ہاں کہہ دیا۔ آپ نے پوچھا حتی غاب فالك منك فی ذالك متھا کیا اس حد تک کہ تیری وہ چیز اس کی اس چیز میں غائب ہو گئی؟ اس نے کہا ہاں۔ پھر پوچھا کما یغیب المرء فی المكحلة والرشاشی البثور کیا اس طرح جیسے سرمہ دہانی میں سلائی اور کنوٹس میں سیسی؟ اس نے کہا ہاں۔ پوچھا کیا تو جانتا ہے کہ زنا کسے کہتے ہیں؟ اس نے کہا جی ہاں، میں نے اس کے ساتھ حرام طریقے سے وہ کام کیا جو شوہر حلال طریقے سے اپنی بیوی کے ساتھ کرتا ہے۔ آپ نے پوچھا کیا تیری شادی ہو چکی ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ آپ نے پوچھا تو نے شراب تو نہیں پی لی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ ایک شخص نے اٹھ کر اس کا منہ سونگھا اور تصدیق کی۔ پھر آپ نے اس کے محلہ والوں سے دریافت کیا کہ یہ دیوانہ تو نہیں ہے۔ انہوں نے کہا ہم نے اس کی عقل میں کوئی خرابی نہیں دیکھی۔ آپ نے ہزراں سے فرمایا لو ستوفتہ بثوبك کان خیرا لك۔

کاش تم نے اس کا پردہ ڈھا تک دیا ہوتا تو تمہارے لیے اچھا تھا۔ پھر آپ نے باعز کو رجم کرنے کا فیصلہ صادر فرما دیا اور اسے شہر کے باہر لے جا کر سنگسار کر دیا گیا۔ جب پتھر پڑنے شروع ہوئے تو معاذ بھاگا گا اور اس نے کہا: "وگو، مجھے رسول اللہ کے پاس واپس لے چلو، میرے قبیلے کے لوگوں نے مجھے مروا دیا۔ انہوں نے مجھے دھوکا دیا کہ رسول اللہ مجھے قتل نہیں کریں گے۔" مگر انہوں نے اسے ماٹا والا بعد میں جب حضور کو اس کی اطلاع دی گئی تو آپ نے فرمایا: "تم لوگوں نے اُسے چھوڑ کیوں نہیں دیا۔ میرے پاس لے آئے ہوتے، شاید وہ توبہ کرتا اور اللہ اس کی توبہ قبول کر لیتا۔"

دوسرا واقعہ غابدیہ کلب سے جو قبیلہ طاہر قبیلہ مجہنیہ کی ایک شاخ کی ایک عورت تھی۔ اُس نے بھی اگر چار مرتبہ اقرار کیا کہ وہ زنا کی مرتکب ہوئی ہے اور اُسے ناجائز حمل ہے۔ آپ نے اسے بھی پہلے اقرار پر فرمایا و بھیک، ارجسی، ناستغفری اللہ، وقوی، انید۔ مگر اس نے کہا: "یا رسول اللہ کیا آپ مجھے بھی معاذ کی طرح ماننا چاہتے ہیں۔ میں زنا سے حاملہ ہوں۔" یہاں چونکہ اقرار کے ساتھ حمل بھی موجود تھا، اس لیے آپ نے اُس قدر مفصل جرح نہ فرمائی جو معاذ کے ساتھ کی تھی۔ آپ نے فرمایا: "اچھا، نہیں مانتی تو جا، وضع حمل کے بعد آئیو۔" وضع حمل کے بعد وہ بچے کو لے کر آئی اور کہا اب مجھے پاک کر دیجیے۔ آپ نے فرمایا جا اور اس کو دودھ پلا۔ دودھ چھوٹنے کے بعد آئیو۔ پھر وہ دودھ چھڑانے کے بعد آئی اور ساتھ روٹی کا ایک ٹکڑا بھی لیتی آئی۔ بچے کو روٹی کھلا کر حضور کو دکھایا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ اب اس کو دودھ چھوٹ گیا ہے اور دیکھیے یہ روٹی کھانے لگا ہے۔ تب آپ نے بچے کو پرورش کیے لیے ایک شخص کے حوالے کیا اور اس کے رجم کا حکم دیا۔

ان دونوں واقعات میں بصرہ است چار اقراروں کا ذکر ہے اور ابو داؤد میں حضرت بریدہ کی روایت ہے کہ صحابہ کرام کا عام خیال یہی تھا کہ اگر معاذ اور غامدیہ چار مرتبہ اقرار نہ کرتے تو انہیں رجم نہ کیا جاتا۔ البتہ تیسرا واقعہ جس کا ذکر ہم اوپر نمبر ۱۵ میں کر چکے ہیں، اس میں صرف یہ اتفاق ہوتا ہے کہ جب اس کی بیوی سے پوچھا، اور اگر وہ اقرار کرے تو اسے بے گم کر دے۔ اس میں چار اعترافوں کا ذکر نہیں ہے، اور اسی سے فقہانے ایک گروہ نے استدلال کیا ہے کہ ایک ہی اعتراف کافی ہے۔

(۲۱) اور پھر ہم نے جن تین مقدمات کی نظیریں پیش کی ہیں ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اقرار ہی مجرم سے یہ نہیں پوچھا جاتا بلکہ اس نے کس سے زنا کا اقرار کیا ہے، کیونکہ اس طرح ایک کے بجائے دو کو مزادینی ٹپسے گی، اور شریعت

لوگوں کو سزا میں دینے کے لیے بے چین نہیں۔ البتہ اگر مجرم خود یہ بتائے کہ اس فعل کا فریق ثانی فلاں ہے تو اس سے پوچھا جائیگا۔ اگر وہ بھی اعتراف کرے تو اسے سزا دی جائے گی۔ لیکن اگر وہ انکار کر دے تو صرف اقراری مجرم ہی حد کا مستحق ہوگا اس امر میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ اس پر آیا حد زنا جاری کی جائے گی یا حد زذف۔ امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک وہ حد زنا کا مستوجب ہے، کیونکہ اسی جرم کا اس نے اقرار کیا ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام اوزاعی کی رائے میں اس پر حد زذف جاری کی جائے گی، کیونکہ فریق ثانی کے انکار نے اس کے جرم زنا کو مشکوک کر دیا ہے، البتہ اس کا جرم زذف بہر حال ثابت ہے۔ اور امام محمد کا فتویٰ یہ ہے (امام شافعی کا بھی ایک قول اس کی تائید میں ہے) کہ اسے زنا کی سزا بھی دی جائے گی اور زذف کی بھی، کیونکہ اپنے جرم کا وہ خود معترف ہے، اور عورت پر اپنا الزام وہ ثابت نہیں کر سکتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں اس قسم کا ایک مقدمہ آیا تھا۔ اس کی ایک روایت جو مسند احمد اور ابوداؤد میں سہل بن سعد سے منقول ہے اس میں یہ الفاظ ہیں: ایک شخص نے آکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اقرار کیا کہ وہ فلاں عورت سے زنا کا ترکب ہوا ہے آپ نے عورت کو بلا کر پوچھا۔ اس نے انکار کیا۔ آپ نے اس پر حد جاری کی اور عورت کو چھوڑ دیا۔ اس روایت میں یہ تصریح نہیں ہے کہ کونسی حد جاری کی۔ دوسری روایت ابوداؤد اور نسائی نے ابن عباس سے نقل کی ہے اور اس میں یہ ہے کہ پہلے اس کے اقرار پر آپ نے حد زنا جاری کی، پھر عورت سے پوچھا اور اس کے انکار پر اس شخص کو حد زذف کے کوڑے لگوئے۔ لیکن یہ روایت سند کے لحاظ سے بھی ضعیف ہے، کیونکہ اس کے ایک راوی تاسم بن خیاض کو متعدد محدثین نے ساقط الاعتبار ٹھہرایا ہے، اور قیاس کے بھی خلاف ہے، اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ آپ نے اسے کوڑے لگانے کے بعد عورت سے پوچھا ہوگا۔ صریح عقل اور انصاف کا تقاضا جسے حضور نظر انداز نہیں فرما سکتے تھے، یہ تھا کہ جب اس نے عورت کا نام لے دیا تھا تو حد سے پوچھے بغیر اس کے مقدمے کا فیصلہ نہ کیا جاتا۔ اسی کی تائید سہل بن سعد والی روایت بھی کر رہی ہے۔ لہذا دوسری روایت نالائق اعتماد نہیں ہے۔

(۲۲) ثبوت جرم کے بعد زانی اور زانیہ کو کیا سزا دی جائے گی۔ اس مسئلے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہو گیا ہے۔ مختلف فقہاء کے مسلک اس باب میں حسب ذیل ہیں:

شادی شدہ مرد و عورت کے لیے زنا کی سزا:۔ امام احمد، داؤد ظاہری اور اسحاق بن راہویہ کے نزدیک سو کوڑے

لگانا اور اس کے بعد سنگسار کرنا ہے۔

- باقی تمام مقہام اس بات پر متفق ہیں کہ ان کی سزا صرف سنگساری ہے۔ رجم اور سزائے تازیانہ کو صحیح نہیں کیا جائے گا۔

غیر شاری شدہ کی سزا:۔ امام شافعی، امام احمد، اسحاق، داؤد ظاہری، سفیان ثوری، ابن ابی لیلیٰ اور حسن بن صالح کے نزدیک سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی، مرد و عورت ہر دو کے لیے۔

- امام مالک اور امام افغانی کے نزدیک مرد کے لیے۔۔۔ اکوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی۔ اور عورت کے لیے صرف سو کوڑے

د جلاوطنی سے مراد ان سب کے نزدیک یہ ہے کہ مجرم کو اس کی سزا سے نکال کر کم از کم اتنے فاصلے پر بھیج دیا جائے جس پر نماز میں قصر واجب ہوتا ہے۔ مگر زید بن علی اور امام جعفر صادق کے نزدیک قید کر دینے سے بھی جلاوطنی کا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔

- امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگرد امام ابو یوسف، امام زفر، اور امام محمد کہتے ہیں کہ حد زنا اس صورت میں مرد و عورت دونوں کے لیے صرف سو کوڑے ہیں۔ اس پر کسی اور سزا، مثلاً قید یا جلاوطنی کا اضافہ حد نہیں بلکہ تعزیر ہے۔ تعاضی اگر یہ دیکھے کہ مجرم بدچلن ہے یا مجرم اور مجرمہ کے تعلقات بہت گہرے ہیں تو حسب ضرورت وہ انہیں خارج البلد بھی کر سکتا ہے اور قید بھی کر سکتا ہے۔

حد اور تعزیر میں فرق یہ ہے کہ حد ایک مقررہ سزا ہے جو ثبوت جرم کی شرط نظر پوری ہونے کے بعد لازماً دی جائے گی اور تعزیر اس سزا کو کہتے ہیں جو قانون میں ملحوظ مقدار و نوعیت بالکل مقررہ نہ کر دی گئی ہو، بلکہ جس میں عدالت حالات مقدمہ کے لحاظ سے کمی بیشی کر سکتی ہو۔

ان مختلف مسالک میں سے ہر ایک نے مختلف احادیث کا سہارا لیا ہے جن کو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں:-

حضرت عباد بن صامت کی روایت سے مسلم، ابو داؤد، ابن ماجہ، ترمذی اور امام احمد نے نقل کیا ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خذوا عنی خذوا عنی، قد جعل اللہ لہن سبیلاً، البکر بالبکر

جلد ۱۰۰ و تغریب عام و الشیب بالشیب جلد ۱۰۰ و لرحمہ و اودھی بالحجارة - اور جملہ بالحجارة،
 "مجرب سے لوجہ سے لو، اللہ نے زانیہ عورتوں کے لیے طریقہ مقرر کر دیا۔ غیر شادی شدہ مرد کی غیر شادی شدہ عورت سے بدکاری
 کے لیے سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی۔ اور شادی شدہ مرد کی شادی شدہ عورت سے بدکاری کے لیے سو کوڑے
 اور سنگساری۔" یہ حدیث اگرچہ سنداً صحیح ہے، مگر عیایا تبیحہ کا ایک حجم غیر ہے جو میں بتاتا ہے کہ اس پر نہ عبد بنوری
 میں کبھی عمل ہوا، نہ عہد خلفائے راشدین میں اور نہ فقہاء میں سے کسی نے ٹھیک اس کے معنوں کے مطابق فتویٰ دیا۔
 حضرت ابوہریرہ اور حضرت زید بن خالد جہنی کی روایت ہے بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور امام
 احمد نے نقل کیا ہے۔ اس میں یہ ہے کہ دو اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مقدمہ لائے۔ ایک نے کہا کہ میرا بیٹا اس
 شخص کے ہاں اجرت پر کام کرتا تھا۔ وہ اس کی بیوی سے طوط ہو گیا۔ میں نے اس کو سو بکریاں اور ایک ٹونڈی دے کر
 راضی کیا۔ مگر اہل علم نے بتایا کہ یہ کتاب اللہ کے خلاف ہے۔ آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ فرمادیں۔
 دوسرے نے بھی کہا کہ آپ کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ فرمادیں۔ حضور نے فرمایا میں کتاب اللہ ہی کے مطابق فیصلہ کروں گا۔
 بکریاں اور ٹونڈی کھچی کو واپس۔ تیسرے بیٹے کے لیے سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی۔ پھر آپ نے قبیلہ اسم کے ایک
 شخص سے فرمایا اسے انہیں، تو جا کر اس کی بیوی سے پوچھو۔ اگر وہ اقرار کرے تو اسے تین ٹونڈی دے۔ چنانچہ اس نے
 اقرار کیا اور رقم کر دی گئی۔ اس میں جہم سے پہلے کوڑے لگانے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اور غیر شادی شدہ مرد و شادی
 عورت سے بدکاری کرنے پر تازیانے اور جلاوطنی کی سزا دی گئی ہے۔

ما عذر اور غایتیہ کے مقدمات کی تین روایتیں ہیں: حدیث کی مختلف کتابوں میں مذکور ہیں ان میں سے کسی میں بھی
 یہ نہیں ملتا کہ حضور نے جہم کرانے سے پہلے ان کو سو کوڑے بھی لگوائے ہوں۔

کوئی روایت کسی حدیث میں نہیں ملتی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مقدمے میں جہم کے ساتھ سزا دینے کا ذکر کیا ہے
 فیصلہ فرمایا ہو۔ سزا بعد احسان کے تمام مقدمات میں آپ نے صرف جہم کی سزا دی ہے۔

حضرت عمر کا مشہور خطبہ جس میں انہوں نے پورے زور کے ساتھ سزا بعد احسان کی سزا جہم بیان کی ہے۔ بخاری
 و مسلم اور ترمذی و سابق نے مختلف سندوں سے نقل کیا ہے اور امام احمد نے بھی اس کی متعدد روایتیں لی ہیں، مگر اس
 کی کسی روایت میں بھی جہم مع سزائے تازیانہ کا ذکر نہیں ہے۔

خلفائے راشدین میں سے صرف حضرت علیؑ نے منزائے تازیانہ اور سنگساری کو ایک منزا میں جمع کیا ہے۔ امام احمد اور بخاری عام شعبی سے یہ واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ایک عورت شراخہ نامی نے ناجائز حمل کا اعتراف کیا، حضرت علیؑ نے جمعرات کے روز اسے کوڑے لگوائے اور جمعہ کے روز اس کو جرم کرایا، اور فرمایا ہم نے اسے کتاب اللہ کے مطابق کوڑے لگائے ہیں اور سنت رسول اللہ کے مطابق سنگسار کرتے ہیں۔ اس ایک واقعہ کے سوا عہد خلافت راشدہ کا کوئی دوسرا واقعہ جرم مع تازیانہ کے حق میں نہیں ملتا۔

جابر بن عبد اللہ کی ایک روایت جسے ابو داؤد اور نسائی نے نقل کیا ہے، یہ بتاتی ہے کہ ایک شخص زنا کا مرتکب ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو صرف منزائے تازیانہ دی، پھر معلوم ہوا کہ وہ شادی شدہ تھا، تب آپ نے اسے جرم کرایا۔ اس کے علاوہ متعدد روایات ہم پہلے نقل کر آئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر شادی شدہ زانیوں کو آپ نے صرف منزائے تازیانہ دی، مثلاً وہ شخص جس نے نماز کے لیے جاتی ہوئی عورت سے زنا باجبر کی تھی، اور وہ شخص جس نے زنا کا اعتراف کیا اور عورت نے انکار کیا۔

حضرت عمرؓ نے زبیر بن اُمیہ بن خلف کو شراب نوشی کے جرم میں جلا وطن کیا اور وہ بھاگ کر رومیوں سے جا ملا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آئندہ میں کسی کو جلا وطنی کی سزا نہیں دوں گا۔ اسی طرح حضرت علیؑ نے غیر شادی شدہ مرد و عورت کو زنا کے جرم میں جلا وطن کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ اس میں فتنے کا اندیشہ ہے۔ (صحیح القرآن جصاص، جلد ۲، صفحہ ۳۱۵)

ان تمام روایات پر مجموعی نظر ڈالنے سے صاف محسوس ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا مسلک ہی صحیح ہے، یعنی زنا بعد از احسان کی حد صرف جرم ہے، اور محض زنا کی حد صرف... کوڑے۔ تازیانے اور جرم کو جمع کرنے پر تو عہد نبوی سے لے کر عہد عثمانی تک کبھی عمل ہی نہیں ہوا۔ سب تازیانے اور جلا وطنی کو جمع کرنا، تو اس پر کبھی عمل ہوا ہے اور کبھی نہیں ہوا۔ اس سے مسلک حنفی کی صحت صاف ثابت ہو جاتی ہے۔

۲۳۳: ضرب تازیانہ کی کیفیت کے متعلق پہلا اشارہ خود قرآن کے لفظاً جُلِدُوا میں ملتا ہے جلد کا لفظ جلد یعنی کھال، سے ماخوذ ہے۔ اس سے تمام اہل لغت اور علمائے تفسیر نے یہی معنی لیے ہیں کہ مارا جیسا ہوتا ہے چاہے جس کا اثر جلد تک رہے، گوشت تک نہ پہنچے۔ ایسی ضرب تازیانہ جس سے گوشت کے ٹکڑے اڑ جائیں، یا

کھال بھٹ کر اندر تک زخم پڑ جائے، قرآن کے خلاف ہے۔

مار کے لیے خواہ کوڑا استعمال کیا جائے یا بید، دونوں صورتوں میں وہ اوسط درجے کا ہوتا چاہیے۔ نہ بہت موٹا اور سخت۔ اور نہ بہت پتلا اور نرم۔ موٹا میں امام مالکؒ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرب تازیانہ کے لیے کوڑا طلب کیا اور وہ اکثر استعمال سے بہت کمزور ہو چکا تھا۔ آپ نے فرمایا فوق هذا (اس سے زیادہ سخت لائے)۔ پھر ایک نیا کوڑا لایا گیا جو ابھی استعمال سے نرم نہیں پڑا تھا۔ آپ نے فرمایا دونوں کے درمیان پھر ایسا کوڑا لایا گیا جو سواری میں استعمال ہو چکا تھا اس سے آپ نے ضرب لگوائی۔ اسی مضمون سے ملتی جلتی روایت ابو عثمان التہمدی نے حضرت عمرؓ کے متعلق بھی بیان کی ہے کہ وہ اوسط درجے کا کوڑا استعمال کرتے تھے (احکام القرآن ج ۳ ص ۳۲۲)۔

گرہ لگا ہوا کوڑا یا دو شاخہ سے شاخہ کوڑا بھی استعمال کرنا ممنوع ہے۔

مار بھی اوسط درجے کی ہونی چاہیے۔ حضرت عمرؓ مارنے والے کو ہدایت کرتے تھے کہ لا ترفع (بالا نہ اٹھو) ابطلک "اس طرح مار کہ تیری بغل نہ کھلے" یعنی پوری طاقت سے ہاتھ کوتان کر نہ مار۔ (احکام القرآن ابن عربی ج ۲ ص ۸۲)۔ احکام القرآن ج ۳ ص ۳۲۲)۔ تمام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ ضرب مبرح نہیں ہونی چاہیے یعنی زخم ڈال دینے والی۔ ایک ہی جگہ نہیں مارنا چاہیے بلکہ تمام جسم پر مار کو پھیلا دینا چاہیے۔ صرف منہ اور شرگاہ کو (اور تنقیہ کے نزدیک سر کو بھی) بچا لینا چاہیے، باقی ہر عضو پر کچھ نہ کچھ مار پڑنی چاہیے۔ حضرت علیؓ نے ایک شخص کو کوڑے لگواتے وقت فرمایا "ہر عضو کو اس کا حق دے اور صرف منہ اور شرگاہ کو بچالے" دوسری روایت میں ہے "صرف سر اور شرگاہ کو بچالے" (احکام القرآن ج ۳ ص ۳۲۱)۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

اذا ضرب احدکم فلينتق الوجه و جب تم میں سے کوئی مارے تو منہ پر نہ مارے" (ابوداؤد)

مرد کو کھڑا کر کے مارنا چاہیے اور عورت کو بٹھا کر۔ امام ابو حنیفہ کے زمانے میں کوفے کے قاضی ابن ابی سبیل نے ایک عورت کو کھڑا کر کے بٹھوایا۔ اس پر امام ابو حنیفہ نے سخت گرفت کی اور علانیہ ان کے فیصلے کو غلط ٹھہرایا (اس سے قانون تو بین عدالت کے معاملے میں بھی امام صاحب کے مسلک پر روشنی پڑتی ہے)۔ ضرب تازیانہ کے وقت عورت اپنے پورے کپڑے پہنے رہے گی، بلکہ اس کے کپڑے اچھی طرح باندھ دیئے جائیں گے تاکہ اس کا جسم کھل نہ سکے۔ صرف موٹے کپڑے اتروا دیئے جائیں گے۔ مرد کے معاملے میں اختلاف ہے۔ بعض فقہاء کہتے ہیں کہ وہ صرف

پاجامہ پہن رہے گا، اور بعض کہتے ہیں کہ قمیص بھی نہ اتروایا جائے گا۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے ایک زانی کو مرنے کا حکم دیا۔ اس نے کہا: "اس گناہ کا مجھ کو اچھی طرح مار کھانی چاہیے" اور یہ کہہ کر وہ قمیص اتارنے لگا۔ حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا: "اسے قمیص نہ اتارنے دو" (احکام القرآن جصاص، ج ۳، ص ۳۲۲)۔ حضرت علی کے زمانے میں ایک شخص کو کوڑے لگوائے گئے اور وہ چادر اوڑھے ہوئے تھا۔

سخت سردی اور سخت گرمی کے وقت مارنا ممنوع ہے۔ جاڑے میں گرم وقت اور گرمی میں ٹھنڈے وقت مارنے کا حکم ہے۔

یاد رکھ کر مارنے کی بھی اجازت نہیں ہے، الایہ کہ مجرم بھاگنے کی کوشش کرے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں لایجیل فی ہذہ الامۃ تجرید ولامد۔ اس امت میں ننگا کر کے اور ٹکٹکی پر بانڈھ کر مارنا حلال نہیں ہے۔

فقہائے اس کو جائز رکھا ہے کہ روزانہ کم از کم بیس بیس کوڑے مارے جائیں۔ لیکن اولیٰ بیس سے کم ایک وقت پوری سزا دے دی جائے۔

مار کا کام اُجڈ جلاووں سے نہیں لینا چاہیے بلکہ صاحبِ علم و بصیرت آدمیوں کو یہ خدمت انجام دینی چاہیے جو جانتے ہوں کہ شریعت کا تقاضا پورا کرنے کے لیے کس طرح مارنا مناسب ہے۔ ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حضرت علی، حضرت زبیر، مقداد بن عمرو، محمد بن مسلمہ، عاصم بن ثابت اور ضحاک بن سفیان جیسے صلحاء و معززین سے جلدی کی خدمت لی جاتی تھی (ج ۱ ص ۲۲-۲۵)۔

اگر مجرم مریض ہو، اور اس کے صحت یاب ہونے کی امید نہ ہو، یا بہت بوڑھا ہو تو سزا خوں والی ایک ٹہنی، یا سوتیلیوں والی ایک جھاڑو لے کر صرف ایک دفعہ مار دینا چاہیے تاکہ قانون کا تقاضا پورا کر دیا جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک بوڑھا مریض زنا کے جرم میں پکڑا گیا تھا اور آپ نے اس کے لیے یہی سزا مجوز فرمائی تھی (احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)۔ حاملہ عورت کو سزا دینے کا تقاضا نہیں ہے، اور وہ نہ چھوٹ جائے، نہ سزا کا زمانہ گزر جانے تک انتظار کرنا ہوگا۔ اور جرم کرنا ہو تو جب تک اس کے بچے کا دودھ نہ چھوٹ جائے، سزا نہیں دی جاسکتی۔

اگر زنا شہادتوں سے ثابت ہو تو گواہ ضرب کی ابتدا کریں گے، اور اگر اقرار کی بنا پر سزا دی جا رہی ہو تو قاضی خود ابتدا کرے گا، تاکہ گواہ اپنی گواہی کو اور سچ اپنے فیصلوں کو کھیل نہ سمجھ بیٹھیں۔ شرعاً اس کے مقدمے میں جب حضرت علیؑ نے رجم کا فیصلہ کیا تو فرمایا "اگر اس کے جرم کا کوئی گواہ ہوتا تو اسی کو ماسکی ابتدا کرنی چاہیے تھی، مگر اس کو اقرار کی بنا پر سزا دی جا رہی ہے اس لیے میں خود ابتدا کروں گا"۔ حنفیہ کے نزدیک ایسا کرنا واجب ہے۔ شافعیہ اس کو واجب نہیں مانتے، مگر سب کے نزدیک اولیٰ یہی ہے۔

ضرب تازیانہ کے قانون کی ان تفصیلات کو دیکھیے اور پھر ان لوگوں کی جرأت کی داد دیجیے جو اسے تو وحشیانہ سزا کہتے ہیں، مگر وہ سزائے تازیانہ ان کے نزدیک بڑی مہذب سزا ہے جو آج جیلوں میں دی جا رہی ہے۔ موجودہ قانون کی نعد سے صرف عدالت ہی نہیں جیل کا ایک معمولی سپرنٹنڈنٹ بھی ایک قیدی کو حکم عدولی یا گستاخی کے تصور میں ۳۰ ضرب بیتک کی سزا دینے کا مجاز ہے۔ یہ بیگانے کے لیے ایک آدمی خاص طور پر تیار کیا جاتا ہے اور وہ ہمیشہ اس کی مشق کرتا رہتا ہے۔ اس غرض کے لیے بید بھی خاص طور پر جگو ہو کر تیار کیے جاتے ہیں تاکہ جسم کو پھری کی طرح کاٹ دیں۔ مجرم کو ننگا کر کے ٹھکی سے باندھ دیا جاتا ہے تاکہ وہ ٹرپ بھی نہ سکے۔ صرف ایک پیلا سا پتھر اس کے سر کو چھپانے کے لیے دیا جاتا ہے اور وہ ٹنچر آئیڈین سے بھگو دیا جاتا ہے۔ جلا دود سے جاکتا ہوا آتا ہے اور پوری طاقت سے مارتا ہے۔ ضرب ایک ہی مخصوص حصہ جسم یعنی سر میں پر مسل لگائی جاتی ہے یہاں تک کہ گوشت قیم ہو کر اڑتا چلا جاتا ہے اور سیاہ اوقات بڑی نظر آنے لگتی ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ طاقت ور سے طاقت ور آدمی بھی پورے تیس بید کھانے سے پہلے ہی بہوش ہو جاتا ہے اور اس کے زخم جرنے میں ایک مدت لگ جاتی ہے۔ اس "مہذب" سزا کو جو لوگ آج جیلوں میں خود نافذ کر رہے ہیں ان کا یہ منہ ہے کہ اسلام کی مقرر کی ہوئی سزائے تازیانہ کو "وحشیانہ" سزا کے نام سے یاد فرمائیں! پھر ان کی پولیس ثابت شدہ مجرموں کو نہیں بلکہ محض مشتبہ لوگوں کو تعزیش کی خاطر (خصوصاً سیاسی جرائم کے شبہات میں) جیسے عذاب دیتی ہے وہ آج کسی سے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔

۲۴، رجم کی سزا میں جب مجرم مر جائے تو پھر اس سے پوری طرح مسلمانوں کا سامعہ کیا جائے گا جس کی تجویز پانچین کی جائے گی۔ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ اس کو عزت کے ساتھ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن

کیا جائے گا۔ اس کے حق میں وعائے مغفرت کی جائے گی اور کسی کے لیے جائز نہ ہو گا کہ اس کا ذکر برائی کے ساتھ
 کرے۔ بخاری میں جابر بن عبد اللہ انصاری کی روایت ہے کہ جب یہ سے ماعز بن مالک کی موت واقع ہو گئی تو
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو خیر سے یاد فرمایا اور اس کی نماز جنازہ خود پڑھائی: "مسلم میں حضرت بریدہ کی روایت ہے
 کہ حضور نے فرمایا: استغفروا لما عازبن مالک، لقد تاب توبۃ لو قسمت بین امة لو سعتہم، ماعز بن مالک
 کے حق میں وعائے مغفرت کرو، اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ایک پوری امت پر تقسیم کر دی جائے تو سب کے لیے
 کافی ہو۔" اسی روایت میں یہ بھی ذکر ہے کہ غابریہ جب رجم سے گزری تو حضور نے خود اس کی نماز جنازہ پڑھائی، اور
 جب حضرت خالد بن ولید نے اس کا ذکر برائی سے کیا تو آپ نے فرمایا: محلاً یا خالد، فواللہ انی لفضی بیدہ
 لقد تابت توبۃ لو تابھا صاحب مکس لغفرلہ، خالد اپنی زبان رو کر، اس ذات انتم حیر کے قبضے میں
 میری جن ہے، اس نے ایسی توبہ کی تھی کہ اگر ظالمانہ محصول وصول کرنے والا ہے، تو یہ کرتا تو تیرا یا ما تا ابلاؤد
 میں حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ ماعز کے واقعہ کے بعد ایک روز صفا و زاتے سے گزر رہے تھے، آپ نے
 دو شخصوں کو ماعز کا ذکر برائی سے کرتے سنا چند قدم آگے چل کر ایک گرجے کی لائے پری نشانہ لائی۔ حضور پھیر گئے اور
 ان دونوں آدمیوں سے کہا: "آپ حضرات اس میں سے کچھ نوشتہ جات فرمائیں: انہوں نے عرض کیا: یا نبی اللہ سے
 کون کھا سکتا ہے؟" آپ نے فرمایا: "اپنے جنائی کی آبرو سے جو کچھ آپ ابھی تناول فریاد، جسے کہ وہ اسے کھانے کی
 نسبت، بجز چیز تھی۔" مسلم میں عمر بن حصین کی روایت ہے کہ حضرت عمر نے غابریہ کی تازیخانہ سے متعلق پوچھا
 کیا بارہواں اللہ کیا اس زانیہ کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟ آپ نے فرمایا: لقد تابت توبۃ لو قسمت
 بین اهل المدينة لو سعتہم، اس نے وہ توبہ کی ہے کہ اگر تمام اہل مدینہ پر تقسیم کر دی جائے تو سب کے
 لیے کافی ہو۔" بخاری میں حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ ایک شخص کو شراب نوشی کے جرم میں منراوی جباری
 تھی کسی کی زبان سے نکلا "خدا تجھے رسوا کرے"۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس شخص کو دیکھو، اگرچہ
 خلاف شیطان کی مدد نہ کرو۔" ابو داؤد میں اس پر اتنا اور اضافہ ہے کہ حضور نے فرمایا: "بگڑے ہوئے آدمی کو اللہ
 غفرلہ، اللہ ارحمہ، خدایا اسے معاف کر دے، خدایا اس پر رجم کر۔" یہ ہے اسلام میں مذکورہ اول
 روح - اسلام کسی بڑے سے بڑے مجرم کو بھی دشمنی کے جذبے سے منرا نہیں دیتا۔ منراوی جباری کے بڑے سے بڑے

اور ان پر تیس کھانے کا جذبہ اللہ کے دین کے معاملے میں خم کو دامن گیر نہ ہو اگر تم اللہ اور روزِ آخر پر ایمان رکھتے ہو۔
 دین ہے، اور جب سزا دے چکتا ہے تو پھر اسے رحمت و شفقت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ یہ کم ظرفی صرف موجودہ تہذیب نے
 پیدا کی ہے کہ حکومت کی فوج یا پولیس جیسے مار دے، اور کوئی عدالتی تحقیقات جس کے مارنے کو جائز ٹھہرا دے
 اس کے متعلق یہ تک گوارا نہیں کیا جاتا کہ کوئی اس کا جنازہ اٹھائے یا کسی کی زبان سے اس کا ذکر خیر سنا جائے۔
 اس پر اخلاقی جرأت (یہ موجودہ تہذیب میں ڈھٹائی کا ہندب نام ہے) کا یہ عالم ہے کہ دنیا کو رواداری کے
 وعظ سنائے جاتے ہیں۔

(۲۵) محرمات سے زنا کے متعلق شریعت کا قانون تفہیم القرآن جلد اول صفحہ ۳۳۶ پر، اور عمل قوم لوط کے
 متعلق شرعی فیصلہ تفہیم القرآن جلد دوم صفحہ ۵۱-۵۲ پر بیان کیا جا چکا ہے۔ رہا باجا اور سے فعل بد، تو بعض فقہاء
 اس کو بھی زنا کے حکم میں شمار کرتے ہیں اور اس کے مرتکب کو حد زنا کا مستحق ٹھہرتے ہیں، مگر امام ابو حنیفہ، امام
 ابو یوسف، امام محمد، امام زفر، امام مالک اور امام شافعی کہتے ہیں کہ یہ زنا نہیں ہے اس لیے اس کا مرتکب تعزیر
 کا مستحق ہے نہ کہ حد زنا کا تعزیر کے متعلق ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ اس کا فیصلہ قاضی کی رائے پر چھوڑا گیا ہے
 یا مملکت کی مجلس شوریٰ ضرورت سمجھے تو اس کے لیے کوئی مناسب حد خود بخود بڑھا سکتی ہے۔

۱۷۰ اولین چیز جو اس آیت میں قابلِ توجہ ہے وہ یہ کہ یہاں خودداری قانون کو "دین اللہ" فرمایا جا رہا ہے معلوم
 ہوا کہ صرف نماز اور روزہ اور حج و زکوٰۃ ہی دین نہیں ہیں، مملکت کا قانون بھی دین ہے۔ دین کو قائم کرنے کا مطلب صرف
 نماز ہی قائم کرنا نہیں ہے بلکہ اللہ کا قانون اور نظام شریعت قائم کرنا بھی ہے۔ جہاں یہ چیز قائم نہ ہو وہاں نماز اگر قائم
 ہو بھی تو گویا اُدھورا دین قائم ہوا۔ جہاں اس کو نہ کر کے دوسرا کوئی قانون اختیار کیا جائے وہاں کچھ اور نہیں خود دین اللہ
 روک دیا گیا۔

دوسری چیز جو اس میں قابلِ توجہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی یہ تشبیہ ہے کہ زانی اور زانیہ پر میری تجویز کردہ سزا نافذ کرنے
 میں مجرم کے لیے رحم اور شفقت کا جذبہ تمہارا ہاتھ نہ پکڑے۔ اس بات کو اور زیادہ کھول کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس
 حدیث میں بیان فرمایا ہے: *يُؤْتِي لَوَالٍ نَفْسٍ مِّنَ الْحَدِّ سَوْطًا فَيَقَالُ لَهُ لِمَ فَعَلْتَ ذَاكَ فَيَقُولُ رَحْمَةً
 لِّعِبَادِكَ - فَيَقَالُ لَهُ إِنَّتِ اِرْحَمُ مِنِّي فَيَوْمَسُ بِهِ اِلَى النَّارِ - وَيُؤْتِي مَن زَادَ سَوْطًا فَيَقَالُ لَهُ لِمَ فَعَلْتَ*

اور ان کو سزا دیتے وقت اہل ایمان کا ایک گروہ موجود رہے۔

فانك؟ فيقول لبيدنا نحن معاصيك۔ فيقول انت احكم بهم مني؛ فيومر بيه الى النار به قیامت کے بعد ایک حاکم لایا جائے گا جس نے حد میں سے ایک کوڑا لگ کر دیا تھا۔ پوچھا جائے گا یہ حرکت تو نے کیوں کی تھی؟ وہ عرض کرے گا آپ کے بندوں پر تم حکم لگا کر ارشاد ہو گا اچھا، تو ان کے حق میں مجھ سے زیادہ زحیم تھا! پھر حکم ہو گا کہ جاؤ اسے دوزخ میں۔ ایک اور حاکم لایا جائے گا جس نے حد پر ایک کوڑے کا امتنا نہ کر دیا تھا۔ پوچھا جائے گا تو نے یہ کس لیے کیا تھا؟ وہ عرض کرے گا کہ لوگ آپ کی نافرمانیوں سے باز رہیں۔ ارشاد ہو گا اچھا، تو ان کے معاملے میں مجھ سے زیادہ حکیم تھا! پھر حکم ہو گا کہ جاؤ اسے دوزخ میں۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۲۲۵)۔ یہ تو اس صورت میں ہے جبکہ کئی بیشی کا عمل یا مصلحت کی بنا پر ہو۔ لیکن اگر کہیں احکام میں دو بدل مجرموں کے مرتبے کی بنا پر ہونے لگے تو پھر یہ ایک بدترین جرم ہے۔ صحیحین میں حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا: لوگو! تم سے پہلے جو امتیں گندی ہیں وہ ہلاک ہو گئیں اس لیے کہ جب ان میں کوئی عزت دلا چوری کرتا تو وہ اسے چھوڑ دیتے تھے اور جب کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے تھے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضور نے فرمایا: ایک حد جاری کرنا اہل زمین کے لیے چالیس دن کی بارش سے زیادہ مفید ہے۔ (نسائی و ابن ماجہ)۔

بعض مفسرین نے اس آیت کا مطلب یہ لیا ہے کہ مجرم کو جرم ثابت ہونے کے بعد چھوڑ نہ دیا جائے ورنہ سزا میں کمی کی جائے، بلکہ پورے سو کوڑے مارے جائیں۔ اور بعض نے یہ مطلب لیا ہے کہ ہلکی مار نہ ماری جائے جس کی کوئی تکلیف ہی مجرم محسوس نہ کرے۔ آیت کے الفاظ دونوں مفہوموں پر حاوی ہیں، بلکہ حق یہ ہے کہ دونوں ہی مراد معلوم ہوتے ہیں۔ اور مزید براں یہ مراد بھی ہے کہ زانی کو وہی سزا دی جائے جو اللہ نے تجویز فرمائی ہے، اور کسی اور سزا سے نہ بدل دیا جائے۔ کوڑوں کے بجائے کوئی اور سزا دینا اگر رحم اور شفقت کی بنا پر ہو تو معصیت ہے اور اگر اس خیال کی بنا پر ہو کہ کوڑوں کی سزا ایب و حشیانہ سزا ہے تو یہ قطعی کفر ہے جو ایک لمحہ کے لیے بھی ایمان سے ساختہ ایک سینے میں جمع نہیں ہو سکتا۔ خدا کو خدا بھی ماننا اور اس کو معاف اللہ و حشی بھی کہنا صرف انہی لوگوں کے لیے ممکن ہے جو ذلیل ترین قسم کے منافق ہیں۔

سکہ یعنی سزا علی الاعلان عام لوگوں کے سامنے دی جائے، تاکہ ایک طرف مجرم کو نفعیت ہو اور دوسری طرف

زانی نکاح نہ کرے مگر زانیہ کے ساتھ یا مشرک کے ساتھ۔ اور زانیہ کے ساتھ نکاح نہ کرے مگر زانیہ یا مشرک اور یہ حرام کر دیا گیا ہے اہل ایمان پر۔

عوام اناس کو نصیحت۔ اس سے اسلام کے فطریہ نزا پر واضح روشنی پڑتی ہے۔ سورہ مائدہ میں چھدی کی منرا بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا جِنَّمَا بَرَأْنَا مِنَّا لَاحِنٌ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ كَا بَدَلَا اَوَّلُ الشَّدِّ كِي طَرَفٍ سَعَى جُرْمٌ كُوْرُو كُنْهَ وَا لِي نَزْرًا لِرُو كُوْرٍ ۝۶۔ اور اب یہاں ہدایت کی جا رہی ہے کہ زانی کو غلامیہ لوگوں کے سامنے خلاف دیا جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلامی قانون میں منرا کے تین مقصد ہیں۔ اول یہ کہ مجرم سے اس زیادتی کا بدلہ لیا جائے اور اس کو اس برائی کا نرا کچھا یا جاسے جو اس نے کسی دوسرے شخص یا معاشرے کے ساتھ کی تھی۔ دوم یہ کہ اسے اعادہ جرم سے باز رکھا جائے۔ سوم یہ کہ اس کی منرا کو ایک عبرت بنا دیا جائے تاکہ معاشرے میں جو دوسرے لوگ برے میلانات رکھنے والے ہوں ان کے دماغ کا آپریشن ہو جائے اور وہ اس طریقے کے کسی جرم کی جرأت نہ کر سکیں۔ اس کے علاوہ غلامیہ نزا دینے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس صورت میں حکام نزا دینے میں بے جا رعایت یا بے جا سختی کرنے کی کم ہی جرأت کر سکتے ہیں۔

۷۔ یعنی زانیہ وغیرہ کا یہ سبب ہے اگر موزوں ہے تو زانیہ ہی موزوں ہے، یا پھر مشرک کسی مومنہ صاحبہ کے ایسے وہ موزوں نہیں ہے، اور حرام ہے اہل ایمان کے لیے کہ وہ جانتے بوجھتے اپنی زنیوں یا بیسے عاجروں کو دیں۔ اسی طرح زانیہ وغیرہ کا یہ سبب ہے اگر موزوں ہے تو انہی جیسے زانی، یا پھر مشرک کسی مومنہ صاحبہ کے لیے وہ موزوں نہیں ہیں، اور حرام ہے مومنوں کے لیے کہ جن خود تو ان کی بدچلتی کا حال انہیں معلوم ہو، ان سے وہ دانستہ نکاح کریں۔ اس حکم کا اطلاق صرف نبی مردوں اور عورتوں پر ہوتا ہے جو اپنی بری روش پر قائم ہوں جو لوگ تو یہ لوگ اپنی اصلاح کریں ان پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا، کیونکہ لوہہ یا اسلحہ کے بعد زانی ہونے کی صفت ان کا ساتھ ہی نہیں رہتی۔ زانی کے ساتھ نکاح کے حرام ہونے کا مطلب انہیں جنسی نسیب لیا جائے نہ کہ سرے سے نکاح منع ہی نہیں ہوتا۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ اس سے مراد بعض ممانعت ہے، نہ یہ کہ اس حکم ممانعت کے خلاف اگر کوئی نکاح کرے تو وہ قانوناً نکاح ہی نہ ہو اور اس نکاح کے باوجود فقہین زانیہ کا یہی حکم نہیں دیتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ایک تادمہ علیہ

کے طور پر ادا فرمائی ہے کہ الحرام لا یجوز المحلل، حرام حلال کو حرام نہیں کر دیتا، (طہانی، دارقطنی، یعنی ایک غیر قانونی فعل کسی دوسرے قانونی فعل کو غیر قانونی نہیں بنا دیتا لہذا کسی شخص کا ارتکاب زنا اس بات کا موجب نہیں ہو سکتا کہ وہ نکاح بھی کرے تو اس کا شمار زنا ہی میں ہوا اور معاہدہ نکاح کا دوسرا فریق جو بدکار نہیں ہے، وہ بھی بدکار قرار پائے۔ اصولاً بغاوت کے سوا کوئی غیر قانونی فعل اپنے مرتکب کو خارج از حدود قانون (outlaw) نہیں بنا دیتا ہے کہ پھر اس کا کوئی فعل بھی قانونی نہ ہو سکے۔ اس چیز کو نگاہ میں رکھ کر آیت پر غور کیا جائے تو اصل منشا صاف طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کی بدکاری جانی بوجھی ہو ان کو نکاح کے لیے منتخب کرنا ایک گناہ ہے جس سے اہل ایمان کو پرہیز کرنا چاہیے، کیونکہ اس سے بدکاروں کی ہمت افزائی ہوتی ہے، حالانکہ شریعت انہیں معاشرے کا ایک مکروہ اور ناقابل نفرت عنصر قرار دینا چاہتی ہے۔ اسی طرح اس آیت سے یہ نتیجہ بھی نکلتا کہ زانی مسلم کا نکاح مشرک عورت سے، اور زانیہ مسلمہ کا نکاح مشرک مرد سے صحیح ہے۔ آیت کا منشا دراصل یہ بتانا ہے کہ زنا ایسا سکت قبیح فعل ہے کہ جو شخص مسلمان ہوتے ہوئے اس کا ارتکاب کرے وہ اس قابل نہیں رہتا کہ مسلم معاشرے کے پاک اور صالح لوگوں سے اس کا رشتہ ہو۔ اسے یا تو اپنے ہی جیسے زانیوں میں جانا چاہیے، یا پھر ان مشرکوں میں جو کسے سے احکام الہی پر اعتقاد ہی نہیں رکھتے۔

آیت کے منشا کی صحیح ترجمانی وہ احادیث کرتی ہیں جو اس سلسلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔ مسند احمد اور نسائی میں عبداللہ بن عمرو بن عاص کی روایت ہے کہ ایک عورت ام ہزول نامی تھی جو تمبہ گری کا پیشہ کرتی تھی۔ ایک مسلمان نے اس سے نکاح کرنا چاہا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی۔ آپ نے منع فرمایا اور یہی آیت پڑھی۔ ترمذی اور ابو داؤد میں ہے کہ مرثد بن ابی مرثد ایک صحابی تھے جن کے زمانہ جاہلیت میں مکے کی ایک بدکار عورت عنات سے ناجائز تعلقات رہ چکے تھے۔ بعد میں انھوں نے چاہا کہ اس سے نکاح کریں اور حضور سے اجازت مانگی۔ دود و حور پوچھنے پر آپ خاموش رہے۔ تیسری دفعہ پھر پوچھا تو آپ نے فرمایا یا مرثد: الزانی لا ینکح الا زانیۃ او مشرکۃ فلا تنکحھا۔ اس کے علاوہ منقول روایات حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عمار بن یاسر سے منقول ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دیوث ہو یعنی جسے معلوم ہو کہ اس کی بیوی بدکار ہے اور یہ جان کر بھی وہ اس کا شوہر بنا رہے، وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ (زاہد، نسائی، ابو داؤد، طیارسی، شیخین، ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا ملزوم عمل یہ رہا ہے کہ جو غیر شادی شدہ مرد عورت زنا کے الزام میں گرفتار ہوتے ان کو وہ پہلے منہ سے تازیانہ دیتے تھے اور پھر انہی کا آپس میں نکاح کر دیتے

تھے۔ ابن عمر کی روایت ہے کہ ایک روز ایک شخص بڑی پریشانی کی حالت میں حضرت ابوبکر کے پاس آیا اور کچھ اس طرح بات کرنے لگا کہ اس کی زبان پوری طرح کھلتی نہ تھی۔ حضرت ابوبکر نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اسے الگ لے جا کر معاملہ پوچھو۔ حضرت عمرؓ کے دریافت کرنے پر اس نے بتایا کہ ایک شخص اس کے ہاں مہمان کے طور پر آیا تھا، وہ اس کی ٹانگی سے طوت ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا قبحک اللہ۔ الاسترنت علی ابنتک۔ تیرا بیٹا ہو، تو نے اپنی ٹانگی کا پردہ ڈھانک نہ دیا؟ آخر کار ٹانگی کے اور ٹانگی پر مقدمہ قائم ہوا، دونوں پر حد جاری کی گئی اور پھر لان دونوں کا باہم نکاح کر کے حضرت ابوبکرؓ نے ایک سال کے لیے ان کو شہر بدر کر دیا۔ ایسے ہی اور چند واقعات تھیں ابوبکر ابن العربی نے اپنی کتاب احکام القرآن میں نقل کیے ہیں (جلد ۲ - ص ۸۶)۔

اعلان

مجھے ترجمان القرآن کے مندرجہ ذیل پرچوں کی ضرورت ہے جن اصحاب کے پاس موجود ہوں اور وہ ان کو دینا چاہیں براہ مہربانی براہ راست مجھے مطلع فرمائیں بمذہب قیمت کے جو وہ لینا چاہیں۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ ان سے منگواؤں گا۔

جلد ۱۳ - عدد ۱، ۲، ۳، ۴، ۵ = ۲۵ عدد	جلد ۲۱ - عدد ۱، ۲، ۳، ۴، ۵ = ۲۵ عدد
جلد ۱۵ - عدد ۱، ۲، ۳ = ۲۵ عدد	جلد ۲۲ - عدد ۱، ۲، ۳ = ۲۵ عدد
جلد ۱۹ - عدد ۱، ۲، ۳، ۴، ۵ = ۲۵ عدد	جلد ۲۵ - عدد ۱، ۲، ۳، ۴، ۵ = ۲۵ عدد
جلد ۲۰ - عدد ۱، ۲، ۳، ۴، ۵ = ۲۵ عدد	جلد ۳ - عدد ۱، ۲، ۳ = ۲۵ عدد

ڈاکٹر محمد عظیم خاں سابق سول سرجن گو جسرا نوالہ

اعلان

مارچ اپریل ۱۹۵۵ء کے ترجمان القرآن کے ضرور مند حضرات مکتبہ تعمیر انسانیت، فریڈرڈ سکر سے منگوا سکتے ہیں